2

روحانی جماعتوں کی غیر معمولی ترقی بے سر و سامانی کی حالت میں ہی ہوتی ہے

(فرمودہ 24 جنوری 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"روحانی جماعتیں ہمیشہ روحانی اسباب سے فتح پاتی ہیں۔ ظاہری اسباب ہمیشہ روحانی جماعتوں کو کم میسر آتے ہیں اور ان کا میسر آنا ان جماعتوں کے لئے مفید بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ روحانی جماعتوں کے قیام کی غرض اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ظاہر کرنا اور اس پر لوگوں کے دلوں میں یقین اور ایمان پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی قوم ظاہری سامانوں کے ساتھ ترقی کرتی چلی جائے تو اس کی ترقیات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور ایمان پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسی وقت یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے جب ایک جماعت خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قائم کی جائے۔ اس کی ترقیات کی خبر دنیوی سامانوں کے مفقود ہوتے ہوئے بلکہ ان کے خلاف ہوتے ہوئے دی جائے اور پھر باوجود دنیوی سامانوں کے میسر نہ آنے کے وہ برابر ترقی کرتی چلی جائے۔ سب سے بڑا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا یہی اختیار فرمایا ہوا ہے اور جب سے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مامور فرمایا اُس وقت سے لے کر آج تک وہ اسی طریق کو اختیار کرتا چلا آیا ہے۔

دنیوی لوگ اس ذریعہ کو بظاہر بے اثر قرار دیتے ہیں لیکن ان کے یہ دعوے اُسی وقت تک ہوتے ہیں جب تک کہ وہ پیشگوئیاں اس جماعت کے حق میں پوری نہیں ہو جاتیں جس کو اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ جب تک وہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتیں اور کمال و تمام کو نہیں پہنچ جاتیں اس وقت تک تو ماننے والوں میں سے بھی بعض جو کمزور دِل اور کمزور ایمان کے ہوتے ہیں شبہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ گو کامل یقین اور کامل ایمان رکھنے والے مومن ان پیشگوئیوں کے پورا ہو جانے کی وجہ سے جو درمیانی عرصہ میں پوری ہوتی ہیں اپنے ایمان اور یقین میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن کمزور دل لوگ جن کی خلقی حالت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ جلد شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یا اعصابی کمزوری والے انسان جو کبھی بھی یقین کے مقام پر کھڑے نہیں ہو سکتے یا ایسے لوگ جو منہ سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ وہ تو اس زمانہ میں بھی جب خدا پے در پے نشانات نازل کرتا ہے کمزوری دکھاتے، شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں اور جو غیر ہیں وہ بھی درمیانی نشانات سے کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اِلَّا مَاشَاءَاللّٰہُ۔ کوئی کوئی آدمی جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی خشیت ہوتی ہے اِکّا دُکّا۔ ایک یہاں ایک وہاں اور کوئی اَور زیادہ پرے صداقت کو صحیح تسلیم کرتا ہوُا مان لیتا ہے۔ لیکن جس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے آخری نتیجہ نکلتا ہے اور نشانات اپنا مجموعی اثر دکھاتے ہیں یکدم غیب کی طرف سے ایسا دروازہ کھل جاتا ہے کہ ایک دن یا چند ایام میں ہی دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے اور وہ جو مقہور اور مغلوب ہوتے ہیں دنیا پر غالب آ جاتے ہیں۔ اس وقت وہ لوگ جو بار بار یہ سنتے چلے آتے ہیں کہ اس جماعت کی ترقی الٰہی نشانات سے ہو رہی ہے ان کے قلوب بھی صاف ہو جاتے ہیں اور وہ جوق در جوق اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تب اس زمانہ کے لوگوں کے لئے صداقت کی سب سے قوی تر دلیل یہی ہوتی ہے کہ مخالف حالات کے باوجود یہ جماعت دنیا پر غالب آ گئی۔ اس کی مثال میں فتح مکہ کو دیکھ لو۔ مکہ ایک دن میں فتح نہیں ہوُا۔ مکہ کی فتح اس جنگ کا

نتیجہ نہیں تھی جو رسول کریم ﷺ کے بعض صحابہؓ کو مکہ کی بعض گلیوں میں کرنی پڑی۔ مکہ کی فتح اس لشکر کی آمد کا نتیجہ نہیں تھی جس کو لے کر رسول کریم ﷺ اس سفر پر روانہ ہوئے تھے بلکہ مکہ فتح ہوا بدر کے ذریعہ سے، مکہ فتح ہوا احد کے ذریعہ سے،مکہ فتح ہوا خیبر کے ذریعہ سے، مکہ فتح ہوا احزاب کے ذریعہ سے، مکہ فتح ہوا اُن دسیوں چھوٹی بڑی جنگوں کے ذریعہ سے جو وقتاً فوقتاً رسول کریم ﷺ یا آپ کے صحابہؓ کو کفار سے لڑنی پڑیں۔ پس مکہ کی فتح صرف اُس لشکر کی وجہ سے نہیں تھی جس لشکر کو رسول کریم ﷺ آخری سفر پر لے کر چلے تھے بلکہ وہ نتیجہ تھی اُن بیسیوں واقعات کا جو پہلے نو(۹) سال میں متواتر پیش آتے رہے ، وہ نتیجہ تھی اُن واقعات کا بھی جو تیرہ سالہ مکی زندگی میں آپ کو پیش آتے رہے لیکن ان میں سے کوئی واقعہ بھی تو لوگوں کی آنکھیں اس طرح کھولنے کا موجب نہیں ہوا جس طرح مکہ کی فتح لوگوں کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہوئی۔ بدر کی جنگ فتح ہوئی اور دراصل مکہ کا ایک دروازہ فتح ہو گیا مگر مکہ کے لوگوں اور عرب کے لوگوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ بے سرو سامان مسلمانوں کی یہ فتح، فتح مکہ کا پیش خیمہ ہے۔ اُحد میں مسلمانوں کو معجزانہ فتح ہوئی اور دراصل مکہ کا دوسرا دروازہ فتح ہو گیا لیکن عرب کے لوگوں کو یہ نشان نظر نہیں آیا۔ جنگِ احزاب میں فتح نصیب ہوئی اور گویا مکہ کا تیسرا دروازہ فتح ہو گیا مگر باوجود اس کے مکہ والوں کو یہ نظر نہیں آیا اور نہ ہی عرب والوں کو کہ مکہ فتح ہو گیا۔ پھر خیبر کی جنگ میں مسلمانوں نے یہود پر غلبہ حاصل کیا اور ان ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دیا جو یہود عرب میں کرتے تھے اور اس طرح گویا مکہ کا چوتھا دروازہ فتح ہو گیا لیکن یہ فتح عربوں کو نظر نہیں آئی۔ اسی طرح ہر وہ جنگ جو مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں لڑنی پڑی اس کے نتیجہ میں درحقیقت مکہ کا ہی ایک حصہ فتح ہوتا تھا لیکن کسی ایک یا دو یا چار لوگوں کو ہی یہ نشان نظر آیا تو آیا ورنہ عرب پھر بھی فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مکہ ہمارے قبضہ میں ہے۔ لیکن جب اس کے نتیجہ میں سب سے گھٹیا جنگ مسلمانوں نے کی جو فتح مکہ

کہلاتی ہے جس میں صرف اتفاقی طور پر چند آدمی مارے گئے تھے ورنہ رسول کریم ﷺ کا حکم یہی تھا کہ کوئی لڑائی نہ کی جائے۔ چنانچہ ان اتفاقی مارے جانے والوں کو علیحدہ کر کے جو انفرادی طور پر منفرد مسلمانوں سے لڑ پڑے تھے اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت صاف طورپر نمایاں نظر آتی ہے کہ فتح مکہ کے وقت نہ تلواریں میانوں سے نکالی گئیں، نہ گردنیں کٹیں اور نہ ہی خونریزی ہوئی۔

پس فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا حملہ جنگ کے لحاظ سے کمزور ترین حملہ تھاآخر خود ہی غور کرو کیا انہوں نے کسی زبردست حریف کے مقابلہ میں کوئی خونیں جنگ کی؟ کیا انہوں نے دشمن کے سو دو سو یا ہزار آدمیوں کو مارا؟ یا کیا خود ان کے لشکر میں سے سو دو سویا ہزار آدمی مارے گئے؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ مگر یہ جو حقیر سی جنگ تھی جس میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی ، کوئی قابل ذکر لڑائی نہیں ہوئی اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ادھر آپ مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور ادھر مکہ والے کہتے ہیں ہم ہار گئے پس گو فتح مکہ جنگ کے لحاظ سے ایک ادنیٰ ترین جنگ تھی مگر اس کے نتائج نہایت عظیم الشان نکلے۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ مکہ کے سفر کی ایک ایک منزل پر کہیں بدر کھڑا تھا، کہیں احد کھڑا تھا، کہیں احزاب کھڑا تھا، کہیں خیبر کھڑا تھا۔ اور مکہ والے سمجھتے تھے کہ یہ بدر میں سے بھی گزر چکے ہیں، احد میں سے بھی گزر چکے ہیں، احزاب میں سے بھی گزر چکے ہیں، خیبر میں سے بھی گزر چکے ہیں اب خالی مکہ رہ گیا ہے اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چیز نہیں رہ گئی۔ تو جن جنگوں سے لوگوں نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تھا ان کے معمولی سے نتیجہ سے سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ بدر جس نے مکہ کو فتح کیا اس سے عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ احد جس نے مکہ فتح کیا اس سے عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ احزاب جس نے مکہ کو فتح کیا اس سے عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ خیبر جس نے مکہ کو فتح کیا اس سے عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ غزوۂ بنو مصطلق جس نے مکہ کو فتح کیا اس سے عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اسی طرح اور کئی چھوٹی بڑی جنگوں سے جو

بیس تیس کے قریب ہیں اورجو مکہ کی فتح کا موجب ہوئیں اہل عرب نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا مگر جب مکہ میں امن اور سکون کے ساتھ لشکر اسلام داخل ہؤا تو انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ آج ہم ہار گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دار لوگ نتائج کے ظہور کے وقت فائدہ اٹھایا کرتے ہیں۔کیونکہ گزشتہ فتوحات ان کے دلوں پر کوئی نہ کوئی نشان چھوڑ چکی ہوتی ہیں۔بدر کی ضرب نے اہل مکہ کے دل پر ایک نشان ڈالا۔پھر احد میں فتح ہوئی تو اس ضرب نے ان کے دل پر ایک اور نشان ڈال دیا۔احزاب کی ضرب نے ان کے قلوب پر تیسرا نشان ڈالا اور خیبر کی ضرب نے ایک چوتھا نشان ان کے دل پر قائم کر دیا۔جب یہ ساری ضربیں اپنے اپنے نشان ان کے قلوب پر چھوڑ گئیں تو ان کا مکمل نتیجہ فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہو گیا اورعرب کے لوگوں کو اسلام نصیب ہو گیا۔

پس انسان کو سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کا یقین دلانے والی بات خصوصاً ان لوگوں کو جو ایمان نہیں رکھتے اور دنیا دار ہوتے ہیں بے سر و سامانی کی حالت میں الٰہی سلسلوں کی کامیابی ہوتی ہے۔درمیانی کامیابیاں اعلیٰ تقویٰ واے لوگوں کو ایمان بخشتی ہیں اور آخری کامیابی ادنیٰ تقویٰ والوں کو ایمان بخشتی ہیں۔پھر کچھ عرصہ تک تو یہ اثر باقی رہتا ہے مگر جیسا کہ قاعدہ ہے جب کسی قوم کو لمبے عرصہ تک کامیابیاں اور فتوحات ملیں تو وہ یہ خیال کرنے لگ جاتی ہے کہ یہ فتوحات اور کامیابیاں ہمارا ورثہ ہیں اور ان فتوحات کے حاصل کرنے کا ہماری قوم کو حق حاصل تھا۔تب رفتہ رفتہ ایمان کی طاقت جو تمام کامیابیوں کا موجب ہوتی ہے کمزور ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو عرب کی فتح شام کی فتح کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ عربوں کی نہ منظم فوج تھی نہ ان کے پاس خزانہ تھا نہ پولیس تھی اور نہ ان کے پاس قضاء ایسی تھی کہ سارے ملک کے جھگڑوں کا وہ فیصلہ کر سکتے۔مختلف قبائل گو اپنے اپنے حاکموں کے ماتحت تھے مگر ہر فرد آزاد تھا۔صرف موٹی موٹی غلطیوں کے متعلق

باز پُرس کی جاتی تھی۔ مثلاً کسی نے قتل کر دیا تو اس سے جواب طلبی کی گئی یا کسی نے ڈاکہ ڈالا تو پنچائت نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کر دیا۔ اس سے زیادہ نہ ان میں کوئی حکومت تھی اور نہ ہی کوئی نظام مگر عرب کی فتح نے جو ایمان پیدا کیا وہ شام کی فتح پیدا نہ کر سکی جو روم جیسی زبردست حکومت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی تھی۔ شام کی فتح ایسی ہی تھی جیسے اس زمانہ میں افغانستان کے لوگ روس کا کوئی علاقہ فتح کر لیں یا افغانستان کے لوگ انگلستان یا جرمنی کا کوئی علاقہ لے لیں۔ اگر ایسا واقعہ ہو تو تم خود ہی سوچ لو دنیا میں کتنا شور مچ جائے۔ فرض کرو افغانستان کے لوگ روس کو سائبیریاکے باہر نکال دیں تو کس طرح ایک غلغلہ برپا ہو جائے اور لوگ کہنے لگ جائیں کہ حد ہو گئی افغانستان والوں نے تو کمال کر دیا۔ یہی حال اہلِ عرب کا قیصر کے مقابلہ میں تھا۔ اور شام کی فتح ایسی ہی تھی جیسے افغانستان روس، انگلستان یا جرمنی کے کسی علاقہ کو فتح کر لے مگر باوجود اس کے مکہ کی فتح نے جو ایمان پیدا کیا وہ شام کی فتح پیدا نہ کر سکی۔ مکہ کی فتح نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں ایسا ایمان پیدا کر دیا تھا کہ ان کی گردنوں پر تلواریں رکھی گئیں مگر ان کے ایمان میں تزلزل پیدا نہ ہوا۔ ان لوگوں کے دلوں سے دنیا کا رعب بالکل مٹ گیا تھا اور دنیا کی محبت ان پر ایسی سرد ہو گئی تھی کہ سوائے خدا کے انہیں کوئی چیز ڈرانے والی نہیں رہی تھی۔

کیا ہی عجیب نظارہ نظر آتا ہے کہ وہ لوگ جو کچھ سال پہلے اسلام کے خلاف تلواریں اٹھائے ہوئے تھے، جو اخلاقی اور علمی لحاظ سے بہت ہی گرے ہوئے تھے ان کے وفود آتے ہیں اور خلفائے اسلام ان سے کہتے ہیں کہ شام میں دشمن کی طرف سے بڑے زور کا حملہ ہو گیا ہے اور ہماری فوج کے آدمی کم ہیں تم جاؤ اور دشمن کے لشکر کا مقابلہ کرو۔ ان کو معلوم ہے کہ دشمن کی تعداد دو یا چار لاکھ ہے، ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی منظم فوجیں رات اور دن لڑنے کی مشقیں کرتی رہتی ہیں، ان کو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کے افسر سالہا سال سے حکومتیں کرتے چلے آتے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ فوجیں اپنے افسروں کے اشاروں کو سمجھتی اور

ان کے حکموں پر جان دینے کے لئے تیار رہتی ہیں، انہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ رات اور دن کی مشقوں کی وجہ سے وہ لڑائی کے قابل بنا دی گئی ہیں، وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ ان کے پاس ایسے ایسے سامانِ جنگ موجود ہیں جن کے ناموں سے بھی عرب کے لوگ واقف نہیں۔ غرض وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن وہ ہے جس کا رعب دنیا کے چاروں طرف پھیل رہا ہے، وہ آدھی متمدن دنیا پر حکمران ہے، اس کے گورنر بیسیوں دور دراز علاقوں پر حکومت کر رہے ہیں اس کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس کے پاس سامان جنگ بکثرت موجود ہے اور اس میں لڑنے کی قابلیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مگر جب ایسی حکومت کے مقابلہ میں خلفائے اسلام سو یا دو سو یا چار سو آدمیوں کو بھیجتے ہیں تو ایک ایک، دو دو، چار چار لاکھ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ دو یا چار سو آدمی تیار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ پھر وہ سَو یا دو سَو دشمن کے مقابلہ میں جاتا اوراس یقین اور وثوق سے جاتا ہے کہ لاکھ یا دو لاکھ کی فوج ہمارے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے مولیوں یا گاجروں کا کھیت ہوتا ہے اور ہمارا کام اتنا ہی ہے کہ ان پر ہاتھ ڈالیں اور اُکھیڑ اُکھیڑ کر باہر پھینک دیں اوروہ مسلمان کمانڈر جو دربار خلافت میں یہ فریاد کر رہا ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا بڑا بھاری لشکر ہمارے مقابلہ میں آ گیا ہے اورمیرے پاس بیس یا تیس یا چالیس ہزار کا لشکر ہے جلد ہی مجھے اور مدد پہنچائی جائے۔ اسے اطلاع جاتی ہے کہ گھبراؤ نہیں ہم پانچ سو آدمی تمہاری مدد کے لئے بھیج رہے ہیں۔ اگر آج کسی کمانڈر کو جو پانچ پانچ سال کالجوں میں ٹریننگ حاصل کرتے ہیں اور بیس بیس سال چھاؤنیوں میں کام کرتے ہیں اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ میں اتنے قلیل آدمی بھجوائے جائیں تو وہ عَلَی الْاِعْلَان فوج کے سامنے اپنا سر پیٹ لے اور کہے مجھے کیسے بدھوؤں سے واسطہ پڑا ہے۔ مَیں لکھتا ہوں کہ ایک لاکھ منظم فوج، ساز و سامان سے آراستہ فوج، چھاؤنیوں میں ٹریننگ حاصل کرنے والی فوج ہمارے مقابلہ میں ہے اور مدینہ سے مجھے چِٹھی پہنچتی ہے کہ گھبراؤ نہیں پانچ سو آدمی آ رہے ہیں۔

اگر آج ایسا ہی کوئی واقعہ ہو تو کمانڈر استعفیٰ دے کر الگ ہو جائے اور کہے کہ ایسی جاہل منسٹری کے تابع میں کام نہیں کر سکتا۔ اگر ایک لاکھ منظم فوج کو فتح کرنے کے لئے مجھے بھیجا جاتا ہے تو کم سے کم سَوا لاکھ آدمی تو چاہیئے اور اگر دفاعی جنگ ہو تب بھی ستّر اسّی ہزار آدمیوں سے کم تو کسی صورت میں نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر یہاں پانچ سو ہزار بلکہ بعض دفعہ سَو، دو سَو آدمی بھیج دیئے جاتے ہیں اور مسلمان ان کو دیکھ کر خوشی سے نعرہ بلند کرتے ہیں کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مگر انہی نظاروں میں سے ایک نظارہ تو بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ ایک جگہ اسلامی لشکر پر بہت دباؤ پڑ گیا اور ہزارہا آدمی دشمن کی فوج کا حملہ آور ہو گیا۔ اس وقت اسلامی کمانڈر نے شکایت کی کہ ہمارے پاس فوج کافی نہیں حضرت عمرؓ نے دیکھا تو مدینہ میں اس وقت جنگ پر بھیجنے کے لئے کوئی آدمی نہیں تھا اور باہر سے لوگوں کو بلانے میں دیر لگتی تھی۔ معدی کرب ایک صحابی تھے حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا اور کہا میرا یہ خط کمانڈر انچیف کے پاس لے جاؤ اور جا کر لڑائی میں شامل ہو جاؤ۔ اس خط میں کمانڈر انچیف کے نام آپ نے لکھا تھا تمہاری امداد کی درخواست پہنچی مَیں معدی کرب کو بھیج رہا ہوں۔ مَیں نے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے دیکھا ہے اور یہ ایک آدمی دو ہزار کے قائمقام ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب معدی کرب لشکرِ اسلامی میں پہنچے اور حضرت عمرؓ کا خط انہوں نے کمانڈر انچیف کو جا کر دیا تو مسلمانوں نے کوئی شکوہ نہیں کیا، انہوں نے کوئی گلہ نہیں کیا بلکہ سارے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ کہنے لگ گئے کہ معدی کرب آ گیا اب ہماری فتح اور بھی یقینی ہو گئی ہے۔

غرض اسلامی تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ عرب کے لوگوں نے جب فتح مکہ کا نظارہ دیکھا تو ان کے دل کی ایمانی حالت ایسی بدل گئی کہ ان کی نگاہ میں دنیا کی کسی چیز کی کوئی حقیقت نہ رہی۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ کر سکتا ہے ایمان کر سکتا ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان سے ہی

بے سامان ہوتے ہوئے مکہ فتح کیا۔ جب تک مسلمانوں میں یہ ایمان موجود رہا انہیں دنیا کی کوئی طاقت اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی مگر شام کی فتح کے وقت چونکہ کچھ نہ کچھ ظاہری سامان پیدا ہو چکے تھے اس لئے شام کی فتح وہ ایمان پیدا نہ کر سکی جو مکہ کی فتح نے پیدا کیا۔ اسی طرح عراق کی فتح مسلمانوں میں وہ ایمان پیدا نہ کر سکی جو مکہ کی فتح نے پیدا کیا تھا۔ حالانکہ عراق کسریٰ کے ماتحت تھا اور کسریٰ کی حکومت اتنی وسیع تھی کہ چین اس کے ماتحت تھا، سائبیریا اس کے ماتحت تھا، عراق اس کے ماتحت تھا، افغانستان اس کے ماتحت تھا، ہندوستان کے کچھ حصے بھی اس کے ماتحت تھے، بلوچستان اس کے ماتحت تھا، یمن وغیرہ بھی اس کے قبضہ میں تھا۔ غرض اپنی وسعت کے لحاظ سے انگریزی حکومت بھی اتنی بڑی نہیں جتنی کسریٰ کی حکومت تھی۔ اس حکومت سے مسلمانوں نے عراق فتح کیا لیکن اتنی عظیم الشان فتح کے باوجود عراق کی فتح نے وہ ایمان پیدا نہیں کیا جو مکہ کی فتح نے پیدا کیا اس لئے کہ اب لوگ فتح کے عادی ہو چکے تھے وہ عراق کی فتح کو شام کی فتح کا اور شام کی فتح کو مکہ کی فتح کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ مگر مکہ کی فتح کو مکہ سے رسول کریم ﷺ کے نکالے جانے کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے عراق کی فتح باوجود اس کے کہ مکہ کی فتح سے سینکڑوں نہیں ہزاروں گنے بڑھ کر تھی اس کا فاتح دنیا میں وہ تغیر پیدا نہ کر سکا جو مکہ فتح کرنے والے نے دنیا میں تغیر پیدا کیا۔ اسی طرح شام اور مصر کے فتح کرنے والے دنیا میں وہ تغیر پیدا نہ کر سکے جو مکہ کو فتح کرنے والے نے دنیا میں تغیر پیدا کر دیا۔ اس لئے کہ مکہ کی فتح ایک بے سامان فوج کے نتیجہ میں ہوئی اور بعد کی فتوحات اُس وقت ہوئیں جب سامان کسی قدر پیدا ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے پاس خزانہ تھا، ان کے پاس غلہ تھا، ان کے پاس سواریاں تھیں، ان کے پاس روپیہ تھا، ان کے پاس ہتھیار تھے۔ غرض دنیا کو انسان کا ہاتھ کام کرتا نظر آتا تھا مگر محمد ﷺ کا مکہ میں داخلہ ایسا تھا کہ اس میں کسی انسان کا ہاتھ کام کرتا نظر نہیں آتا تھا۔ پس خدا تعالیٰ کی ذات پر جو ایمان مکہ کی فتح نے پیدا کیا وہ شام اور مصر اور عراق کی

فتوحات نے پیدا نہ کیا۔ اس کے بعد جب اسلامی حکومت سپین تک وسیع ہو گئی تو سپین فتح کرنے والوں کا کام بھی کتنا عظیم الشان تھا۔ سپین کو جانے والا افریقی راستہ ایسا ہے کہ اس میں دو دو، تین تین سو میل تک کہیں پانی میسر نہیں آتا۔ پھر سپین میں خود ایک زبردست حکومت تھی مگر چند ہزار مسلمان سپاہی جن کی تعداد بیس ہزار سے کم تھی انہوں نے مصر سے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور سپین میں فرانس کے ساحل پر آ کر دم لیا۔ راستہ میں انہوں نے کسی جگہ دولاکھ کے لشکر سے مقابلہ کیا اور کسی جگہ تین لاکھ کے لشکر سے۔ مگر ان کی فتح نے بھی وہ ایمان پیدا نہ کیا جو مکہ کی فتح نے پیدا کیا تھا۔ کیونکہ ان کے اندر وہ باتیں پیدا ہو چکی تھیں جو فاتح قوم کا جزو ہوتی ہیں۔ اور دنیا اس بات کو سمجھتی ہے کہ فاتح قوم کے دل بالکل اور قسم کے ہوتے ہیں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے والے ایک مغلوب قوم کا جزو تھے اور وہ ایسے تھے جن کو کفار نے اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ طارق [1] کے ساتھ جانے والے لشکر کا ہر شخص کہتا تھا کہ ہم باقی ساری دنیا فتح کر چکے ہیں اب اسی علاقہ کو فتح کرنا رہ گیا ہے مگر مکہ کی طرف بڑھنے والے لشکر کا بیشتر حصہ وہ تھا جن کے سامنے یہ واقعات تھے کہ وہ کبھی رات کو پوشیدہ طور پر مکہ سے بھاگ نکلتے تھے اور کبھی دن کو کفار کی نظر بچا کر ہجرت کے لئے چل پڑتے۔ انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے وہ گلیاں نظر آ رہی تھیں جن میں انہیں پیٹا جاتا، انہیں پتھروں پر گھسیٹا جاتا اور انہیں عبادت کرنے سے روکا جاتا۔ پس جس شہر کو وہ فتح کرنا چاہتے تھے اس میں رعب کے سارے سامان ان کے خلاف تھے۔ لیکن طارق کی فوج رعب کے سارے سامان اپنے ساتھ رکھتی تھی اس لئے طارق کی فتح جو مکہ کی فتح سے ہزاروں گُنے بڑھ کر ہے وہ نتیجہ پیدا نہ کر سکی جو مکہ کی فتح نے پیدا کیا۔ کیونکہ دونوں کے حالات مختلف تھے۔

پس ہماری جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی فتوحات اور کامیابیوں میں سے بھی وہی فتوحات اور کامیابیاں بابرکت ہیں جو بغیر ظاہری سامانوں کے ہوں۔

آج ہماری حالت بھی درحقیقت وہی ہے جو بدر اور احد کی جنگوں میں صحابہ کی تھی۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے تلوار نہیں دی بلکہ روحانی ہتھیار دیئے ہیں اور انہی روحانی ہتھیاروں سے ہم قلوب پر فتح حاصل کر رہے ہیں۔پس چونکہ ہماری لڑائی تلوار والی لڑائی نہیں اس لئے ہماری بدر بھی یہی ہے اور ہماری احد بھی یہی۔جب کسی گاؤں میں مخالفت کے باوجود کچھ لوگ احمدی ہو جاتے ہیں تو وہی تبلیغی جنگ ہماری بدر کی جنگ کہلائے گی۔کیونکہ ہماری ساری جنگیں تبلیغی اور روحانی ہیں۔اس جنگ کے نتیجہ میں بھی کچھ لوگوں کو تو ایمان نصیب ہوجاتا ہے اور بہت سے ایمان لانے سے محروم رہتے ہیں۔مولوی ثناء اللہ صاحب یہی اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ ابھی تو کروڑوں عیسائی اورکروڑوں غیر احمدی موجود ہیں احمدیت کوکونسی فتح حاصل ہوئی؟ مگر یہ ایسی بات ہے جیسے بدر یا احد کی فتح کے وقت کوئی شخص کہتا کہ ابھی تو لاکھوں عرب مخالف ہیں اور یہ بدر اور احد کی فتح کو ہی اپنا بہت بڑا کارنامہ قرار دے رہے ہیں۔مگر جاننے والے جانتے ہیں، پہچاننے والے پہچانتے ہیں اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ جنگ بدر، بدر کی فتح نہیں بلکہ مکہ کی فتح تھی اور احد، احد کی فتح نہیں بلکہ مکہ کی فتح تھی۔ویسے ہی جن کو خدا تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب کسی پہاڑی دامن میں ایک چھوٹے سے گاؤں کے دو چار لوگوں کو ہم احمدی بنا لیتے ہیں تو درحقیقت یہ اس گاؤں کی فتح نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے دفتر میں تمام دنیا کی فتح ہوتی ہے۔بے شک اس وقت وہ فتح بعض احمدیوں کے ایمان کی ترقی کا موجب بھی نہیں بنتی بلکہ بعض کہہ بھی دیتے ہیں کہ اگر فلاں جگہ دو چار احمدی ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ مگر جب ان چھوٹی چھوٹی فتوحات کا مجموعی نتیجہ پیدا ہو گا تویک دم دنیا یوں گرنے لگے گی جیسے دریا کے کنارے کی زمین گرنے لگتی ہے اور اُس وقت کمزور ایمان والے گردنیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے کہ ہم پہلے ہی اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ احمدیت ایک دن ساری دنیا پر غالب آ جائے گی اور دوسرے لوگ بھی کہیں گے کہ آثار تو ہمیں بھی دیر سے نظر آ رہے تھے۔اُس وقت کے آنے تک

مخالف ہنسی کرے گا، دشمن ٹھٹھے کرے گا اور کمزور ایمان والا طعنہ دے کر کہے گا کہ قربانیوں کا مطالبہ کر کے جماعت کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ مگر مبارک ہیں وہ جن کے ایمان اُس وقت تقویت پاتے ہیں جس وقت ابھی خدا تعالیٰ کی طرف سے آخری نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ وہی ہیں جو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں بڑے سمجھے جانے والے ہیں۔

دیکھ لو جب مکہ فتح ہؤا تو رسول کریم ﷺ نے فرما دیا **لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ** 2 اب اس فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ ہجرت تو لوگ پھر بھی کرتے رہے ہیں اور رکئی لوگ بعد میں بھی مدینہ میں مہاجر بن کر گئے۔ رسول کریم ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ وہ جو مہاجرین کے متعلق قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے بڑے انعام مقرر ہیں وہ اب فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں کو نہیں مل سکتے۔ اب کوئی نیا ابو بکرؓ پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی نیا عمرؓ پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی نیا عثمانؓ پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی نیا علیؓ پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی نیا طلحہؓ پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی نیا زبیرؓ پیدا نہیں ہو سکتا۔ غرض وہ لوگ جو اپنے ایمانوں کو پہلے تقویت دیتے اور اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیتے ہیں وہی ہیں جن پر برکات کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ تجارت نہیں کرتے۔ صحابہؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ زراعت نہیں کرتے صحابہؓ بھی زراعت کیا کرتے تھے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی اور دنیوی کام کیا کرتے تھے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ تجارتیں تو کرتے ہیں مگر ان کے دل خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اوران کے کان خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے منتظر ہوتے ہیں جونہی ان کے کان میں مؤذن کی آواز آتی ہے وہ اپنی تجارت کو چھوڑ کر، وہ اپنی زراعت کو چھوڑ کر ، وہ اپنی صنعت وحرفت کو چھوڑ کر دوڑتے ہوئے مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب رات آتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس خیال سے کہ دن کو ہم نے ہل چلانا ہے یا کوئی اور مشقت کا کام

کرنا ہے سوئے ہی رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبات کے لئے نہ اٹھیں بلکہ جب تہجد کا وقت آتا ہے تو وہ فوراً بستر سے الگ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اوراس کی عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے والے ہیں۔ وقف کرنا اسی کو نہیں کہتے کہ انسان نوکری نہ کرے یا تجارت نہ کرے یا زراعت نہ کرے اور ہمہ تن دینی کاموں میں مشغول رہے بلکہ وہ شخص بھی واقفِ زندگی ہی ہے جس کے تمام اوقات خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت گزرتے ہیں، او روہ ہر آن اور ہر گھڑی خدا تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اگر وہ تجارت کرتا ہے تو اس لئے کہ خدا نے کہا ہے تجارت کرو۔ اگر وہ زراعت کرتا ہے تو اس لئے کہ خدا نے کہا ہے زراعت کرو۔ اگر وہ کسی اورپیشہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس لئے کہ خدا نے کہا ہے تم پیشوں کی طرف بھی متوجہ ہو۔ پس اُس کی تجارت، اُس کی زراعت اور اس کی صنعت لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ 3۔ کی مصداق ہے جو خدا تعالیٰ کے ذکر سے اسے غافل نہیں کرتی۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے اور وہ یہ کہنے لگ جائے کہ مَیں کیا کروں میری تجارت کو نقصان پہنچے گا، میری زراعت میں حرج واقع ہو گا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنے کے سوا اور کچھ سُوجھتا ہی نہیں۔ وہ جانتا ہی نہیں کہ مَیں تاجر ہوں، وہ جانتا ہی نہیں کہ مَیں زمیندار ہوں، وہ جانتا ہی نہیں کہ مَیں صنّاع ہوں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ مَیں ساری عمر ہی خدا تعالیٰ کے سپاہیوں میں شامل رہا ہوں اور اس کی تنخواہ کھاتا رہا ہوں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مَیں حاضر ہو جاؤں اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کر دوں۔ پس باوجود تجارت کرنے کے وہ واقفِ زندگی ہے، باوجود زراعت کرنے کے وہ واقفِ زندگی ہے اور باوجود کوئی اور پیشہ اختیار کرنے کے وہ واقفِ زندگی ہے مگر وہ جو ایسا نہیں کرتا جس کے کانوں میں خدا تعالیٰ کی یا اس کے مقرر کردہ کسی نائب کی آواز آتی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے دل میں بشاشت محسوس کرے اور کہے کہ وہ وقت آ گیا ہے جس کا مَیں منتظر تھا وہ

اپنے دل میں قبض محسوس کرتا ہے اور قربانی کرنے سے ہچکچاتا ہے اور اسے اپنے لئے ایک تکلیف اور دکھ سمجھتا ہے تو ایسا انسان درحقیقت خدا تعالیٰ کی فوج میں شامل نہیں اور نہ اسے ایمان حاصل ہے۔ اس کو اُسی وقت ایمان میسر آ سکتا ہے جب آخری نتیجہ ظاہر ہو۔ مگر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔ اگر فتح آ گئی تو اس کے بعد جو شخص ایمان لائے گا اسے اس ہجرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ مراتب حاصل نہیں ہو سکیں گے۔ ہجرت صرف مدینہ کی ہجرت کا نام نہیں بلکہ ہجرت اپنے اندر اور مفہوم بھی رکھتی ہے چنانچہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ 4 کہ کوئی انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہے۔ پس اُس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔ تو ہجرت صرف مدینہ کی ہجرت کا نام نہیں، ہجرت صرف قادیان کی ہجرت کا نام نہیں بلکہ ہجرت نام ہے تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دینے کا۔ اس وقف کے یہ معنے نہیں کہ انسان تجارت چھوڑ دے یا زراعت چھوڑ دے یا ملازمت چھوڑ دے۔ ایک حصہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے مگر باقیوں کے لئے نہیں۔ ان کا وقف وہی ہو گا جس کا اس آیت میں ذکر آتا ہے کہ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ 5 کہ کئی تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے کلیۃً وقف کر دیا ہے اور انہوں نے تمام کام چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے اور کوئی ایسا بھی ہے جو مَنْ يَّنْتَظِرُ کے ماتحت ہے۔ وہ سَودا بیچ رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے اب آدھ سیر ہو گیا ہے مگر اُس کے کان اِس طرف لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ کب خدا کی آواز آتی ہے۔ وہ دال تول کر گاہک کی جھولی میں ڈال رہا ہوتا ہے اور اُس کے کان اِس بات کے منتظر ہوتے ہیں کہ کب خدا تعالیٰ کی آواز آتی ہے تا مَیں اپنا مال اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کر دوں۔

تم میں سے کئی کہہ دیں گے کہ ہم ایسے ہی ہیں کیونکہ انسان کا نفس ایسے موقع پر ہمیشہ اسے دھوکا دیا کرتا ہے۔ مگر تم سمجھ لو کہ اسی حقیقت کو تم پر ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے پانچ نمازیں مقرر کی ہیں۔ ہر روز پانچ وقت خدا تمہارا امتحان لیتا اور پانچ وقت خدا تم پر تمہارے ایمان کی حقیقت آشکار کرتا ہے۔ پانچ وقت جب مُکَبِّر کھڑا ہوتا اور کہتا ہے **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ**۔ اے لوگو! آؤ نماز کی طرف۔ اے لوگو! آؤ نماز کی طرف۔ تو اس وقت جب تمہارے کانوں میں یہ آواز آتی ہے اگر تمہارے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، تمہارے جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم تاجر ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم زمیندار ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم صنّاع ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم ملازم ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم نجّار ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم معمار ہو، تمہیں بھول جاتا ہے کہ تم لوہار ہو۔ تمہیں صرف ایک ہی بات یاد رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ تم خدا کے سپاہی ہو تب اور صرف تب تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے سمجھے جا سکتے ہو لیکن اگر تمہارے اندر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ کی آواز تو تمہیں یہ کہتی ہے کہ **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃَ** اے میرے بندو! میری عبادت کے لئے آؤ اور تمہارا نفس تمہیں کہہ رہا ہوتا ہے کہ اور دو گاہک دیکھ لوں اور چند پیسے کما لوں۔ اور بعض دفعہ تو یہ بھی کہنے لگ جاتا ہے کہ مسجد میں جا کر نماز کیا پڑھنی ہے اسی جگہ پڑھ لیں گے۔ بلکہ کئی دفعہ واقع میں تم مسجد میں نہیں آتے اور گھر پر یا دکان پر ہی نماز پڑھ لیتے ہو تو تم سمجھ لو کہ پانچ وقت خدا نے تمہارا امتحان لیا اور پانچوں وقت تم فیل ہو گئے۔

مجھے خوشی ہے کہ جب سے خدام الاحمدیہ نے کام شروع کیا ہے جماعت میں بہت حد تک نماز باجماعت ادا کرنے کی رغبت پیدا ہو چکی ہے مگر ابھی ایک طبقہ ایسا ہے جس کے دل میں یہ رغبت پیدا نہیں ہوئی اور ابھی ایک طبقہ ایسا ہے جو نمازیں باجماعت ادا کرنے میں جو فوج کی حاضری کے برابر ہے سُستی اور غفلت سے کام لیتا ہے۔

جو لوگ صرف خدام الاحمدیہ کے نظام کے ماتحت باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ تم اپنے اندر ایسا ایمان پیدا کرو کہ اگر دنیا کی سطح سے خدام الاحمدیہ کا وجود مٹ جائے تب بھی تم نماز باجماعت ادا کرنے میں کبھی غفلت سے کام نہ لو۔ اور جو لوگ اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لینے کے عادی ہیں ان سے مَیں کہتا ہوں کہ روزانہ پانچ وقت خدا تعالیٰ تمہارا امتحان لیتا ہے اگر تم بغیر کسی معقول عُذر کے باجماعت نمازیں ادا کرنے میں سُستی سے کام لیتے ہو اور اگر تمہارے دنیوی مشاغل اس فریضہ کی ادائیگی میں روک بنتے ہیں تو تم سمجھ لو کہ کس طرح تم روزانہ پانچ وقت اپنی شکست اور ایمان کی کمزوری کا اقرار کرتے ہو۔ ہر مومن جو پانچ وقت تمہارے گھر کے دروازے یا دکان کے قریب سے نماز کے لئے گزرتا ہے اور تمہیں نماز کے لئے اٹھتے نہیں دیکھتا وہ اس یقین اور وثوق سے تمہارے گھر یا دکان کے پاس سے گزرتا ہے کہ یہاں ایک منافق رہتا ہے جسے رسول کریم صَلَّىٰ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھی منافق قرار دیا ہے۔ تم بعض دفعہ جب تمہیں کوئی منافق کہتا ہے تو اُس سے لڑ پڑتے ہو مگر تمہیں خود ہی سوچنا چاہئے کہ جب محمد صَلَّىٰ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے منافق کہنے سے تم نہیں گھبراتے تو ہمارے منافق کہنے سے تم کیوں گھبراتے ہو۔ اِس سے تو معلوم ہوُا کہ محمد صَلَّىٰ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی قدر تمہارے دلوں میں کچھ نہیں مگر ہماری قدر تمہارے دل میں ہے۔ کیونکہ محمد صَلَّىٰ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے منافق کہنے کی تو تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی اَور معمولی حیثیت والا آدمی تمہیں منافق کہتا ہے تو تمہارے تن بدن میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے اور کہنے لگ جاتے ہو کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہے کہ محمد صَلَّىٰ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حیثیت تمہارے دلوں میں اس ادنیٰ ترین آدمی کی حیثیت سے بھی کم ہے کیونکہ جس کی وقعت انسانی قلب میں ہوتی ہے اُسی کی ناراضگی سے خوف کھاتا ہے۔ ایک چھوٹا بچہ گالی دے تو انسان مسکراتا ہوُا گزر جاتا ہے لیکن اگر کوئی بڑا آدمی گالی دے تو دوسرا شخص چلتے چلتے ٹھہر جاتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے کہ مَیں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ

تم نے مجھے گالی دے دی۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اَور بھی زیادہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ نہ صرف قادیان کے دوست ہی بلکہ باہر کی جماعتوں کے دوست بھی۔ اور دعاؤں پر زور دیں کیونکہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے روحانی جماعتوں کی ترقی محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور خداتعالیٰ کے فضل دعاؤں سے نازل ہوتے ہیں۔ پس باجماعت نمازیں ادا کرنے کی عادت ڈالو۔ دعائیں مانگو اور اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت پیدا کرو تا تمہارے قلب پر اللہ تعالیٰ کا عشق ایسا غالب آ جائے کہ تم مجسم دعا بن جاؤ۔ تم نماز پڑھ رہے ہو تو دعا مانگ رہے ہو، کام کر رہے ہو تو دعا مانگ رہے ہو، سفر کر رہے ہو تو دعا مانگ رہے ہو، سفر سے واپس آ رہے ہو تو دعا مانگ رہے ہو۔ غرض اس قدر دعائیں کرو کہ خدا اپنے فرشتوں سے کہے کہ میرا یہ بندہ تو مجسم سوال بن گیا ہے اب ہمیں شرم آتی ہے کہ اس کے سوال کو ردّ کر دیں۔ اوروہ سوال جو خدا تعالیٰ کی درگاہ سے کبھی ردّ نہیں ہوتا۔ مجسم سوال بن جانے والے کا ہی سوال ہوتا ہے۔ اس کا اپنا وجود مٹ جاتا ہے اور وہ سوال ہی سوال بن جاتا ہے۔

پس دعائیں کرو اور اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرو تا خدا ان بلاؤں اور ابتلاؤں سے جو درمیانی عرصہ میں آنے ضروری ہیں ہماری جماعت کو محفوظ رکھے اور اپنے فضل اور رحم سے ایمان اور یقین کے ہم پر وہ دروازے کھول دے جو انبیاء کے بھیجنے کا اصل مقصود ہوتے ہیں۔" (الفضل 8 فروری 1941ء)

1 **طارق:** خلافت بنو امیہ کے عہد کا پہلا اسلامی جرنیل جس نے یورپ میں اسلامی پرچم لہرایا۔ سپین کو فتح کیااور اسے اسلامی عملداری کا حصہ بنادیا۔

2 بخاری کتاب الجِهَاد وَ السِّيَر باب لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

3 النور: 38

4 بخاری کتاب الْاِيْمَان باب مَا جَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ

5 الاحزاب: 24